

## تبدل اور تحریف سے محفوظ کتاب

## فُالِکِیْمُ

حضرت شیخ الحدیث نے یہ تقریر تعلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیرِ اہتمام جلسہ عام میں ڈھاکہ کے اہم تجارتی مرکز بیت المکرم کی عظیم الشان جامع مسجد میں ہزاروں افراد کے مجمع میں ۲۴ فروری ۱۹۶۸ء کو نماز عصر کے بعد ارشاد فرمائی۔  
(ادارہ)



(خطبہ مسنونہ کے بعد)

محترم بزرگو اور بھائیو! آپ حضرات سے ملاقات کی عرصہ سے خواہش تھی۔ دیوبند کے زمانہ قیام میں مشرقی پاکستان کے بہت سے احباب ساتھ رہے، پھر اسباق میں بھی کافی احباب کی شرکت رہی اُس وقت سے یہ علاقہ دیکھنے کا جذبہ دل میں موجزن رہا۔ پھر جب پاکستان بنا تو فطری طور پر اس خواہش میں اصناف ہو گئے کہ یہ حصہ ہمارے ملک کا اہم ترین بازو ہے۔ یہاں کے دینی جذبات کا حال سننا بھی رہا اور کل سے دیکھ کر مجھے مسرت ہو رہی ہے کہ پاکستان کا جو دیندار اور مضبوط بازو ہے اور جس سے دین کی حفاظت کی توقع کی جاسکتی ہے وہ بفضلِ خدا ہی حصہ ہے۔ میں تعلیم القرآن سوسائٹی اور اس کے اراکین بالخصوص اپنے مخلص دوست حاجی بشیر الدین بکرہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی تحریک اور خواہش پر یہاں آنے کا اتفاق ہوا۔

دنیا کے سب سے سالِ قرآن کریم کا جشن منا رہے ہیں اور مختلف ادارے نزولِ قرآن کے بارہ میں تقریرات منعقد کر رہے ہیں۔ اگرچہ قرآن سے عقیدت کا اظہار اور اس نعمت کا شکر یہ ساری دنیا کے مسلمان تمام عمر بھی ادا نہیں کر سکتے، اس نعمت کی شکر گزاری میں اگر ساری زندگی اور جان و مال

نہ جہانے تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکے گا، کہاں انسان ناتوان اور بے کس مخلوق اور کہاں خداوند کریم کی لامحدود اور بے حد و حساب نعمتیں دان تعدد و انعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ اگر تم سب مل کر بھی خدا کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ پھر جب خدا نے خود فرمایا ان الانسان لظلوم کفار۔ بیشک انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا بڑا ناشکرا ہے۔ تو انسان کہاں نعمت قرآن کا حق ادا کر سکے؟ پھر بھی کیا عجب کہ یہ ظاہری اور رسمی تعلق اور لگاؤ خداوند کریم کی بارگاہ سے شرف قبول پاکر حقیقی معنوں میں قرآن حکیم پر عمل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ خریداران یوسف میں ایک بڑھیا نے بھی اپنا نام شامل کیا تھا۔ ہماری حیثیت تو اس بڑھیا سے بھی کم ہے۔ لیکن اگر خداوند کریم ہمیں بھی خریداران قرآن کی فہرست میں شامل فرمائے تو یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا۔

بھائیو! قرآن مجید دنیا کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک کتاب ہے، جس کے بھیجنے والے (مُوجِب) خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جو اس وحی کا لانے والا ہے وہ حضرت جبریل حبیبی قوی اور امین ذات ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی یعنی جو موعی الیہ ہیں وہ سید العالم سید الکائنات رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور تمام علوم اور نوا میں کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس میدان عرفات میں قدموں کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہیں کہ خداوند کریم کی طرف سے اس نعمت عظمیٰ کی تکمیل کا اعلان ہوا۔

اليوم اکملت لکم دینکم و اتممت  
علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا  
آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی  
نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے  
اسلام پسند کر لیا۔

خداوند کریم نے اپنی ہدایات اور نزولِ علوم کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع فرمایا تھا آپ کی ذات پر اسے تکمیل تک پہنچایا۔ یہ خداوند کریم کی شان ربوبیت ہے کہ ہر چیز کو ترقی و کمال تک آہستہ آہستہ پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت تکرینیات اور تشریعیات دونوں میں جاری ہے۔ بچے کو خداوند کریم ایک سبکدہ میں کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ اذا اراد شئاً ان یكون فیقول لئن کن فیكون جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا ارادہ فرمائے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جائیں وہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ سبکدہ بھی ہماری زبان پر ہے درحکم خدا مکن کے سامنے اتنا دفعہ بھی نہیں۔ اگر چاہتے تو ساری زمین آن بسیط میں سبز یوں، ترکاریوں اور باغات سے بھر دے۔ مگر فضلیں مہینوں

میں اور باغات ساروں میں کمال تک پہنچتے ہیں۔

پھر اس حقیقت میں ذرہ بھر اخفاء نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں آئے نہ خود بخود پیدا ہوئے۔ افسوس کہ جہالت کا زمانہ ہے، چاہے مشاہدات اور مادیات کے تجربات کے لحاظ سے نہ ہو مگر روحانیت اور حقائق کے ادراک کے لحاظ سے جہل کا دور ہے، آج خدا سے انکار دجی سے انکار ہے، اور کھلم کھلا تحریکیں اٹھی گاڑ اور مذہب سے انکار کی چل رہی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی جہالت ہے کہ ایک سلیم الفطرۃ اور ان پڑھ انسان بھی اسے حماقت ہی سمجھے گا۔ مگر روشن خیالی اور عقلمندی کا دعویٰ کرنے والے اسے عقل و خرد کا ثبوت سمجھتے ہیں۔ وہ زمانہ بھی گزرا ہے کہ ایک بدصو گنوار سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس خداوند کریم کے وجود کی کیا دلیل ہے اس نے لالچی اٹھا کر اسے مارتے ہوئے کہا :

البقرة تدل على البعير وآثار الابقام  
على السير فسماء ذات ابراج دارصن  
ذات فجاج كيف لا تدلان  
على اللطيف الخبير۔

مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے اور قدموں کے  
نشان کسی کے چلنے پر، پس بڑے بڑے برہوں  
والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی زمین ایک  
لطیف و خیر فات پر دلالت نہ کرے۔

کیا یہ عظیم ستارے یہ زمین یہ نہریں یہ دریا اور یہ ساری کائنات خود بخود پیدا ہوئی؟ اگر یہ فلسفی اور دہری خود بخود دنیا میں آئے ہیں تو مرتے کیوں ہیں؟ کیوں انہیں اپنے آپ کو بچانے پر اختیار نہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں کسی دہری نے خدا کے وجود پر مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ حضرت امام کے ساتھ مناظرہ طے ہوا۔ وقت اور مقام مقرر کیا گیا، حضرت امام صاحب وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد میں پہنچے۔ منکر خدا نے شور مچایا کہ جو شخص وعدے اور بات کا پکا نہ ہو اس کا علم اور کردار کیا پختہ ہوگا۔ امام نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ میرے راستہ میں ایک دریا مائل تھا، جہاں نہ کشتی تھی، نہ ملاح، نہ ایک دریا میں کچھ تختے ظاہر ہوئے کہیں سے منج کہیں سے لوبا، پھر خود بخود یہ تختے آپس میں جڑنے لگے اور کشتی تیار ہو گئی۔ جب میں اس میں بیٹھ گیا تو وہ بغیر ملاح کے خود بخود آگے کنارے سے روانہ ہو کر اس کنارے آگئی، تب میں یہاں پہنچا اس وجہ سے کچھ تاخیر ہوئی۔ یہ سن کر دہری مناظرہ خیرک اٹھا اور چیخنے دگا کہ اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو اتنی غنائب عقل اور غلط بات کہتا ہو۔ یہ فلسفی اور دہری لوگ ہمیشہ سے عجیب بددماغ واقع ہوئے ہیں۔ کوئی معجزہ کوئی کرامت کوئی شوق عادت بیان کر دو تو شور مچائیں گے کہ طبعی حالت سے خلاف ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی

اور خود ساری کائنات کو بغیر صانع و خالق کہہ کر بھی اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ بس ہمارا مناظرہ اس بات پر ختم ہوا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جب ایک کشتی بغیر مستری اور ملاح کے نہ تیار ہو سکتی ہے نہ چل سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ساری کائنات اور پر حکمت عالم کی کشتی بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا کوئی نہ ہو۔ اور پھر کیسا عجیب اور پیچیدہ نظام ہے۔ صرف انسانی جسم کی باریکی اور حکمتوں کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ منہ میں جب زوالہ ڈالا جائے تو منہ کے اگلے حصہ میں جو دانت ہیں اسے پھر سے کی طرح تیز بنایا تاکہ سخت چیزوں کو توڑا جاسکے۔ پھر پچھلے دانتوں کو چکی کے دو پاٹوں کی طرح کہ وہ اسے باریک کر دیں۔ پھر تالو اور زبان کی خلقت ایسی کی گئی کہ وہ کھانے والے چیز کو سمیٹ لیتا ہے اور گلے کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی چیز اٹھانے کے لئے ہاتھ میں انگلیاں رکھیں اور اشیاء کی اذیت اور ضرر سے بچنے کے لئے انگلیوں کے سروں میں حرارت اور برودت کا احساس سب سے زیادہ رکھا۔ پھر قبض و بسط کی ضرورت ہے کہ ہر چیز کی موٹائی اور حجم الگ الگ ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہر انگلی میں تین تین جوڑ پیدا کر دئے کہ جتنا چاہو انہیں کھول دو۔ پھر ایک ہاتھ نعلیف اشیاء کیلئے رکھا اور ایک غیر نعلیف کیلئے کہ جس سے ناک سینک جاسکے اور استنجا کیا جائے۔ اسی طرح پوری کائنات کو لیجئے موجودہ سائنس دانوں کو اعتراض ہے کہ اگر یہ چاند اور یہ سورج اپنے مدار اور موجودہ محل وقوع سے ہٹا پیچھے ہٹ جائیں یا نیچے ہو جائیں تو گرمی اور سردی دونوں میں اتنی بے اعتدالی آجائے کہ ساری دنیا گرمی یا سردی کی شدت سے ختم ہو جائے اور موجودہ سارے احوال اور کیفیات بدل جائیں گے غرض ایک ایک ذرہ ایک ایک چیز میں غور و فکر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ایک عظیم و حکیم رب نے پیدا کیا اور اس حکم العماکین نے اس میں ہر ہر ضرورت کا لحاظ کیا۔ اور یہ سارا نظام اس طریقے سے بنایا کہ انسان ہر چیز سے فائدہ اٹھا سکے اور وہ اس کے لئے کارآمد ہو ہر چیز حکمتِ خداوندی کی آئینہ دار ہے اور ہر چیز مناسب ہے۔ درخت شیشی عندہ بمقدار۔ انسان کھانے پینے رہنے رہنے کا محتاج ہے تو وہ سب چیزیں عطا فرمادیں جس سے یہ خود زندہ رہ سکے پھر اسے اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے نر و نسل کا طریقہ بتلایا اور بقائے نسل کی جو ضروریات تھیں وہ چیزیں بھی عطا فرمادیں۔ دیکھئے راستہ پر چلنے کیلئے پاؤں کی ضرورت ہے اور راستہ کی رکاوٹوں اور ضرر رساں چیزوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے تو آنکھیں بھی عنایت فرمادیں زندہ رہنے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے۔ تو ہر جگہ ہوا کا خزانہ بھی عام کر دیا۔ پھر ہمیں ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچانی بھتیں

تو یہی ہوا آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ یعنی ہوا آواز و اصوات سے تشکیف ہو کر دوسرے تک آواز پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اور اس ہوا کو روک کر دماغ تک پہنچانے کیلئے ایک گول دائرہ کی شکل میں کان دے جو ہوا کو روک کر آواز اندر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر کان نہ ہوتے اور صرف سوراخ ہوتا تو آواز سے تشکیف ہوا مشکل اندر جاتی اور اگر کان آواز کی شدت کو اعتدال پر نہ رکھتے تو بسا اوقات آواز کی تیزی کی وجہ سے دماغ کا پردہ پھٹ جاتا۔ ان حکمتوں کی وجہ سے ایک خاص ہنچ پر کان بناوئے۔ بیشک وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔۔۔۔۔ وما بكم من نعمة فمن الله۔ اور تمہارے اوپر جو بھی نعمت ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہے۔

بھائیو! خدا کی نعمتوں پر سوچتے رہو۔ یہ آیاتِ آفاقی اور انفسی خدا کی پہچان کا ذریعہ ہیں مگر غور و فکر اور سوچنے کا وہ مطلب نہیں جس کی آجکل دعوتِ دی جابری ہے اور کہا جا رہا ہے کہ قرآن پر سوچو اور پھر اپنے اس من گھڑت تفکر اور اختراعات کو قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ کہا جا رہا ہے۔ سوچنے سے کون منکر ہوگا۔ مگر قرآن میں تفکر سے مراد وہ غور و فکر ہے، جو خود حضورؐ نے فرمایا۔ حضرت صدیقؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ نے قرآن پر سوچا ہے۔ لاکھوں صحابہؓ کروڑوں تبع تابعین نے تفکر کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام بخاریؒ اور امام احمدؒ نے غور و فکر کیا ہے۔ اور قرآن کے معانی سمجھ لینے سے ان کی عاقبت سرفروشی، اعمال اچھے ہو گئے اور دین و دنیا کی فلاح و بہبودی ان کے ہاتھ آئی۔ اور اس غور و فکر کو انہوں نے معرفتِ رب اور ایمان بالغیب کا ذریعہ بنا دیا۔ مگر آج ہمیں دعوتِ دی جابری ہے کہ "ان سب طور طریقوں اور پرانی لائن سے ہٹ کر تفکر کرو اور اس انداز سے تفکر کرو کہ پرانی سب چیزیں پھوٹ جائیں اور تم میں اور یہود و نصاریٰ میں کوئی امتیاز اور فرق باقی نہ رہ سکے، چاہے قرآن کے الفاظ کو باقی رکھو مگر اپنے غور و فکر کے ذریعہ اس کے معانی اور صداقات تبدیل کر دو۔

حضورِ اقدسؐ کو کفار نے بڑی سے بڑی پیشکش کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو دعوت تو دیجئے مگر ہمارے مجبوروں کی مخالفت مت کیجئے۔ آج بھی کہا جا رہا ہے کہ لا الہ الا اللہ تو سنو ایسے مگر پیغمبر ماننے کی شرط اسلام کے لئے لازم نہ کیجئے۔ یعنی پیغمبر کو ماننا یا اس کو خاتم النبیین کہنا ضروری نہیں (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قسم کی تقسیم اور تعزین کرنے اور اس میں تبدیل و تخریف کرنے والوں



ان کو کہا گیا کہ والدین سے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، انسانیت کی بھلائی پاہو، انبیاء کا احترام کرو، اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو تو انہوں نے ان سب چیزوں کو توڑ دیا دینسردون فی الارض۔ زمین میں نساو برپا کیا، کہیں زنا کا بازار گرم کیا تو کہیں رقص و سرود کا سلسلہ شروع کیا، پھر اس کے ساتھ یہ عیاری اور چالاکی کی اپنی مرضی کے علماء کو جمع کر کے انہیں آسمانی تعلیمات میں ترمیم و تبدیل اور احکام الہی سے فرار کے راستے نکالنے پر مامور کیا جس کے نتیجہ میں خداوند کریم نے انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا اور اپنی رحمت سے ہٹا دیا۔ یہ لوگ مشرک نہیں تھے۔ کلمہ توحید کہتے تھے۔ رسالت موسیٰ علیہ السلام کا اقرار کرتے تھے مگر جرم یہ تھا کہ یحیون الکلمہ عن مواضعہ۔ احکام الہی کو اپنی جگہ سے ہٹاتے تھے اور اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق اسکی توجیہ و تاویل کرتے، مثال کے طور پر جی میں آیا تو سود کو حلال کہا کہ مطلق سود تو خدا کا مراد نہیں اصناعافاً مضافاً (سود مرکب) حرام ہے۔

یہ ہے تاویل و تحریف جو یہود کا شیوہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہود پر اپنا غضب ڈال دیا اور انہیں ذلت اور خواری میں مبتلا کر دیا۔ آج اگر ہماری تنبیہ اور نصیحت کے لئے یہود کو کچھ غلبہ ہوا ہے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ یہود کو خدا نے جن گمراہیوں اور طور طریقوں کی وجہ سے ذلت میں ڈال دیا اگر وہی چیزیں ہمارا شیوہ بن جائیں تو وہ ہمیں ایک مغضوب قوم کے ہاتھوں تنبیہ کرانے پر بھی قادر ہیں۔ اور ہمیں تنبیہ کر دیا۔ آج اگر کچھ عارضی شان و شوکت ہے تو وجہ یہ ہے کہ اللہ تو سب کا رب ہے، کافر کو بھی روٹی دیتا ہے۔ وہ سبہ جو حلال نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو گھر سے نکال دے۔ وہ تمام عالمین کا رب اور سب کا پالنے والا ہے۔ اور پھر حکیم اور علیم بھی ہے۔ یہود کے عارضی غلبہ کے بعد دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کی تھی اس نے یہود کو آگے کر دیا تو خدا نے اسی امریکہ کو ویٹ نام میں ایسا مٹایا کہ اس کی ساری فرعونیت خاک میں مل گئی کہ جب امریکہ نے مغضوب اور ملعون قوم کا ساتھ دیا تو خود بھی ملعون اور مغضوب بن گیا۔ امریکہ کی رسوائی بھی یہود کے ذلیل ہونے کی دلیل ہے۔ جب کوئی طاقت اور حکومت ظلم اختیار کرے تو ظالم کا تختہ جلد الٹ جاتا ہے۔

سورۃ بقرہ میں یہود کے ان واقعات میں مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ خدا نے تمہیں سب سے بہتر امت اور حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام بنایا اور حضور کی غلامی اتنی بڑی چیز ہے کہ قیامت کے دن حضور سب سے پہلے قبر سے اٹھیں گے۔ پھر اہل مدینہ، پھر اہل مکہ،

پھر تمام مسلمان، اسی طرح تمام مسلمان سب سے پہلے پل عراط سے حضورؐ کے ساتھ گزریں گے۔ سب سے پہلے آپؐ اور آپؐ کی امت کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ دیکھئے صدر کہیں جا رہا ہو تو اس کا جوتے اٹھانے والا، پنکھا چلانے والا خادم اور غلام بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اگر کوئی صدر کا چپڑا اسی ہے تو وزیرِ اعظم سے بھی پہلے صدر کے ساتھ ساتھ جائے گا۔ حضورؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ تو غلامانِ محمدؐ بھی ساتھ ہی ہوں گے۔ تو اس امت کو جو حضورؐ کے صدقے سے خیرالام ہے، بقرہ میں بنی اسرائیل کے واقعات سے سبق لینے کی تلقین کی گئی کہ اس شان کے باوجود اگر تم نے نافرمانی کی اور اپنے آپ کو دوسری قوموں کی حالت اور حیثیت پر بدل دیا۔ اور دوسروں کی تقلید سے مرعوب ہو کر اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، کہیں سنت سے انکار، کہیں قرآن سے انکار، کہیں دیگر محرمات و محلات میں تبدیلی کی تو تمہارا انجام بھی یہود جیسا ہوگا۔

قرآن پاک ہمیں اس قسم کے غور و فکر کا سبق نہیں دیتا کہ ہم اردوں سے مرعوب ہو کر ان کی آنکھوں سے قرآن کو دیکھیں۔ آج اسی کروڑ مسلمان محسوس کر رہی ہیں کہ وہ دیکھ سکتے ہیں۔ مگر آج بجائے فاتح کے مفتوح ہیں۔ اس لئے کہ بجائے اتباعِ قرآن کے ہم ماحول سے ڈر رہے ہیں۔ کہ جاپان، چین، امریکہ اور روس کا ماحول بدل چکا ہے، تو مولوی صاحب تم بھی ذرا سوچو ماحول کو بدل دو تنگ دائرہ میں کیوں بیٹھے ہو ذرا ماحول کی رعایت کر کے دین میں کچھ نرمی پیدا کر دو۔“

حضورؐ کی بعثت کے وقت دنیا زنا، سود اور شراب سے بھری ہوئی تھی تمام ممالک پر ان کفریات کا غلبہ تھا تو کہنا چاہئے تھا کہ کچھ نرمی ہونی چاہئے اور زنا اور سود و خمر حرام نہ ہونی چاہئے، ترقی کی جو صورت تیسرا اور کسریٰ کو نصیب تھی حضورؐ نے اس نام نہاد ترقی کی خاطر اپنی امت کو ان کے راستہ پر کیوں نہ ڈالا۔؟ دہاں تو ایک ایک صحابیؓ کا یہ سال ہے کہ دین کے کسی مسئلہ اور حضورؐ کی کسی سنت کی خاطر ماحول کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی۔ حضرت حذیفہؓ بن الیمان بہت بڑے علاقہ کے حاکم تھے ایک دن بڑے بڑے امراء اور رؤساء دیگر قوموں کے موجود تھے۔ بہت بڑے مجمع میں ان کے ہاتھ سے ایک نوالہ گرا ساتھیوں نے اشارہ سے کہا اسے مت اٹھائیے اس کا اٹھانا بری بات ہے، نیشن اور ترقی کے خلاف ہے حضرت حذیفہؓ ان باتوں کو کب خاطر میں لا سکتے تھے۔ ایک نوالہ بھی خدا کی نعمت ہے اگر اُس کے ساتھ کچھ آلائش ہے اُسے ہٹا کر کھالیا جائے تاکہ خدا کی نعمت کی بے قدری نہ ہو اور جب تم بے قدری نہ کرو تو خدا نعمتوں میں اصنافہ کر دے گا۔ ولئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابى لشدید۔ تو حضرت حذیفہؓ نے

اپنے ساتھیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ ان کتوں کی وجہ سے میں اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑ دوں اور ماحول سے وب جاؤں۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں، پچھتے پرانے پیوند گنگے کپڑے پہنے ہیں۔ سواری کیلئے اونٹنی ساتھ ہے بعض لوگوں نے اچھے کپڑے اور گھوڑا پیش کر دیا کہ کافر اور مسیحی سب استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ مگر حضرتؓ نے انکار کر دیا کہ میں ان سے متاثر ہو کر کیوں اپنی عادت اور تہذیب بدلوں اسی اونٹنی کی سواری میں ان کا غلام بھی شریک تھا۔ اور شہر میں داخلہ کے وقت اتفاقاً غلام کی باری تھی، آپؐ نے غلام کو اونٹنی پر بٹھلایا اور خود ہمار پکڑے جارہے تھے۔ یہ تھا ان حضرات کا کردار، دین پر عمل کرنے کیلئے سوچ و فکر کا انداز کہ قرآن کے سیاق اور سباق کے مطابق اور حضورؐ کی ہدایات و ارشادات کی روشنی میں احکام کا استنباط اور استخراج کیا جائے نہ کہ دیگر اقوام کی تقلید میں اور ماحول کی موافقت میں وحی الہی کو تبدیل کیا جائے۔ پیغمبرؐ کو خدا کا حکم تھا: مَا يَكُونُ لِي اَنْ اَبْدِلَهُ مِنْ تِلْكَ نَفْسِي - میری کیا مجال کہ اپنی مرضی سے اس میں تبدیل کروں۔ جس خدا نے ہمارے لئے دیگر ضروریات پیدا کیں جس نے مادی عاہلت سے ہمیں مستغنی کر دیا، اُس نے اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے ساتھ تعلق قائم کرنے کے لئے وحی بھی نازل کی زبان، عقل، فکر، روح سب خدا نے دیں تو ہدایت اور رہنمائی بھی ہماری اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اُس نے دیگر ضروریات کی طرح ابتداء سے آفرینش سے روحانی تربیت کی ضرورت بھی پوری فرمادی، آدم علیہ السلام سے حضور اقدسؐ تک انبیاء کا سلسلہ چلایا۔ کسی کے اوپر کتابی کسی کے اوپر مصحفی اور کسی کے اوپر کلامی شکل میں اپنی ہدایت نازل فرمائی اور حضور اقدسؐ کو علمی لحاظ سے سب سے جامع اور مکمل کتاب دی گئی کہ آپؐ کا خاص شان علم ہی تھا۔ معراج کی رات جبرئیل علیہ السلام نے چار گلاس پیش فرمائے، جن میں دودھ، شہد، پانی اور شراب تھا۔ گروہ شراب جنت کا تھا جس میں سُکر وغیرہ نہ ہوگی۔

نہ اُس شراب سے مرہر تا ہے۔ اور نہ وہ اسکو

لَا يَهَاغُولُ وَلَا هُمْ عَنْهَا

بہی کر بہکیں۔

سینز فون۔

پھر بھی حضورؐ نے دودھ کے گلاس کو پسند فرمایا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے آپؐ کی رہنمائی فرمائی۔ عالم مثال میں دودھ علم کی مثال ہے۔ اور حضورؐ نے علم کو پسند فرمایا۔ آج جو ترقیات علمی اور سائنسی آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ یہ پیغمبرؐ کی ہدایت مسند ہیں۔ کیونکہ پیغمبرؐ اپنی امت کے احساسات اور حالات کا اصل منبع ہوتا ہے۔ جیسے کہ استاد شاگرد اور باپ بیٹے

میں مناسبت ہوتی ہے، تو حضورؐ کی جوامت سبہ خواہ امتِ اجابت یعنی مسلمان ہیں یا امتِ دعت ہے جس میں تمام عالم کے کفار بھی شامل ہیں۔ اُن سب میں حضورؐ کے بعد علم کی شان غالب ہو گئی امتِ اجابت میں حقیقی معنوں میں کہ جو دینی اور اخروی علوم ہیں اُس کی نظیر دیگر امتوں میں نہیں مل سکتی۔ اس طرح دیگر اقوام کو سائنسی اور مادی علوم میں اسلام آنے کے بعد جو ترقی ہوئی وہ پہلے نہ تھی۔ غرض جو بھی علم دنیا میں پھیل رہا ہے اُس کا منظر اتم حضورؐ کو بنا دیا گیا تھا۔ اور جب امتِ علما و عقلا اُکل و مکمل ہے اور زمانہ علم کے عروج اور انتشار کا تھا تو حضورؐ کو جو وحی یعنی کتاب دی گئی وہ بھی جامع اور کامل ہے۔ اور جب قیامت تک حضورؐ کی نبوت باقی ہے تو اُس وحی کو بھی خدا نے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا کہ کسی دشمن اور مخالف کی سیہ کاریوں سے اس میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی، قیامت تک اس کے الفاظ اور معانی و مطالب محفوظ رہیں گے لایاتہ الباطل۔ سارے امریکہ اور برطانیہ بھی کسی کی پشت پر کھڑا ہو اور وہ ایک ایک مجلس میں قرآن کے خلاف لاکھوں روپے خرچ کریں، پھر بھی نہ اس میں کچھ داخل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس سے کچھ گھٹا سکتے ہیں۔ قرآن کی حفاظت ہمارے ذریعہ سے نہیں بلکہ ہم خود اس کے ذریعہ سے محفوظ ہیں۔ اور اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو نذایہ نعمت ہم سے چھین کر اوروں کو دے دیگا، اور ہم محروم رہ جائیں گے۔ خداوند کریم ہمیں صحیح معنوں میں اس پر عمل کرنے اور اسکی خوشی منانے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

**تبلیغی طریقہ مفت** | پوسٹر خطرہ، بڑا کتبہ بڑا ثواب، روضہ المیراث، نماز باجماعت مسواک وغیرہ کے متعلق پوسٹر اور متفرق کتابچے ۱۰ پیسے برائے محمولہ ایک بھیج کر مفت طلب فرمائیں۔ سٹیشن کاپیٹ، مکتبہ اعلیٰ بھلہ سادات۔ ملتان

## موتیاروک

- موتیاروک موتیابند کا بلا پریشین علاج ہے۔
- موتیاروک دھند، جاللا، بھولا بکروں کیلئے بھی بہت مفید ہے۔
- موتیاروک بنیائی کو تیز کرتا ہے۔ اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا۔
- موتیاروک آنکھ کے ہر مرض کے لئے مفید ہے۔

## بیتِ احکمت

لوہاری منڈی لاہور

دیرینہ، پیچیدہ، جسمانی، روحانی

## امراض

کے خاص معالج

جمال شفاء خانہ ریسرچ و ٹوشہر

ضلع پشاور